افغانستان کی موجودہ صورتِ حال نے پورے عالمِ اسلام کو ایک شدید کرب اور بے چینی میں مبتلا کر دیا ہے جس سے کوئی بالغ نظر مسلمان اغماض نہیں کر سکتا۔ اپریل ۷۸ء میں جب نور محمد ترکی نے صدر داؤد خاں کو فوجی طاقت کے ذریعہ برطرف کر کے اپنی حکومت قائم کی تھی تو اس وقت افغانستان کے معاملات میں سوویٹ یونین کی دلچسپی اور مداخلتِ بیجا کا چہرہ زیرِ نقاب تھا۔ لیکن ستمبر ۷۹ء میں حفیظ اللہ امین نے نور محمد ترکی کا تختہ بھی اُلٹ دیا اور خود اقتدار پر قابض ہوگیا۔ ۲۸ دسمبر کو داؤد خاں اور نور محمد ترکی کی طرح امین بھی مع اپنے قریبی عزیزوں اور ساتھیوں کے قتل کر دیا گیا اور ببرک کرمل نے حکومت سنبھالی، لی۔ اب سوویٹ یونین کا چہرہ پوری طرح بے نقاب ہوگیا۔ اس نے گورنمنٹ اور ملک کی امداد کے نام سے ایک فوجِ گراں مع ٹینکوں اور اسلحۂ جنگ کے کابل میں اتار دی اور شہر کے تمام اہم مقامات کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ اس پر مزید طرہ یہ ہے کہ موثق اطلاعات کے مطابق خود افغانستان کی فوجیں اپنی بیرکوں میں واپس کر دی گئی ہیں، افغانستان میں روس کی اس فوجی مداخلت نے دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا ہے، مسلمان حکومتوں کے علاوہ امریکہ۔ برطانیہ، فرانس، جرمنی اور چین وغیرہ نے اس پر سخت احتجاج کیا ہے اور امنِ عالم کے لئے ایک شدید خطرہ قرار دیا ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت جبکہ ایران امریکہ کے ساتھ اُلجھا ہوا ہے، اس کے ہمسایہ ملک میں روس کی بڑے پیمانہ پر فوجی مداخلت اور وہ بھی حکومت کی درخواست پر عالمِ اسلام کے لئے خصوصًا نہایت بھیانک اور دور رس نتائج کا سبب بن سکتی ہے اور افغانستان کا حشر وہی ہو سکتا ہے جو زیکوسلاویکا اور پولینڈ کا ہوا۔ لیکن یہ بات بھی نظر انداز کرنے کی نہیں ہے کہ افغانستان کی کمیونسٹ پارٹی کافی متحرک اور فعال ہے اور روس کے یہ سب اقدامات روس کے ساتھ اس پارٹی کے سازباز کا نتیجہ ہیں، اس بنا پر جمہوریت پسند طاقتوں کا عمومًا اور مسلمان حکومتوں کا خصوصًا فرض ہے کہ ان قبائلی مجاہدین کی عملی امداد کریں جو کمیونزم اور روسی مداخلت کا مقابلہ بڑی بے جگری اور بہادری سے کر رہے ہیں اور طاغوتی طاقتوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں، درحقیقت یہ مجاہدین اس وقت اسلام کی آبرو اور اس کی شرم ہیں، عالمِ اسلام کو ان کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

"ریڈینس" دلی کا مشہور انگریزی اسبوعیہ ہے جو مسلمانوں کا پرزور اور موثر ترجمان ہے اس کے فاضل سب اڈیٹر اوصاف سعید واصفی صاحب ابھی حال میں ایران گئے اور دو ہفتے وہاں گذارے تھے، اس درمیان میں بحیثیت دیدہ ور اخبار نویس کے انہوں نے ایران کے سیاسی، سماجی، اقتصادی اور مذہبی واخلاقی حالات وظروف کا بغور مشاہدہ ومطالعہ کیا، اس سلسلہ میں عوام وخواص سے ملے، حکومت کے ارکان سے گفتگو کی اور گھوم پھر کر لوگوں کا رہن سہن اور زندگی کا رنگ ڈھنگ بچشم خود دیکھا۔ اب موصوف نے اپنے ذاتی مشاہدات ومعلومات کو ایک مقالہ کی صورت میں ریڈینس کی اشاعت مورخہ ۳۰ر دسمبر میں شائع کر دیا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ یہ مقالہ نہایت بصیرت افروز اور معلومات افزا ہے' ایران کے موقف کے بارے میں غلط فہمیاں عام ہیں' اس مقالہ سے وہ دور ہوں گی اور اس سے اندازہ ہوگا کہ غیر ملکی اور خصوصًا امریکن پریس نے کس طرح حقائق کو مسخ کر کے دن کو رات بنا کر پیش کیا ہے۔

(ایک حادثۂ المناک)

۱۳ر دسمبر ۱۹۷۹ء جمعرات کی شب میں ایک بجے مولانا محمد ظفر احمد خاں صاحب رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۹۳۸ء میں یہ ادارہ قائم ہوا۔ مولانا مرحوم ۱۹۳۹ء میں ندوۃ المصنفین میں بحیثیت کارکن ومنیجر تشریف لائے۔ موصوف کا رسالہ برہان اور ادارہ ندوۃ المصنفین سے دیرینہ تعلق تھا۔ مرحوم کا حضرت مفتی صاحب سے تعلق چالیس سال رہا۔ اور اسی دوران جب سے دفتر کی ذمہ داریاں میرے سپرد کی گئی تھیں وہ ۱۹۶۹ء تھا۔ زیادہ تر اسی وقت سے میرا مرحوم سے قُرب رہا۔ موصوف پُر خلوص نیک دل انسان تھے اور وفاداری ان کے مزاج میں بے پناہ پائی جاتی تھی۔ موصوف اپنی خود ایک مثال تھے۔ ادارہ ندوۃ المصنفین کے وفادار اور ایک اعلیٰ معیار کے کارکنوں میں ان کا شمار تھا۔ مولوی صاحب میرے لئے سہارا اور ڈھارس تھے کیونکہ مجھ کو اُن سے حوصلہ افزائی اور تقویت حاصل تھی۔ مولوی صاحب کی جدائی میرے واسطے ایک بھیانک انقلاب ہے۔ مجھ کو یہ دلی صدمہ پہنچا ہے دعا فرمائیں کہ مزید ذمہ داریاں سنبھالنے کی اللہ تعالیٰ مجھ کو بہترین صلاحیتوں سے نوازدیں۔ آمین ثم آمین۔

مولوی صاحب اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے کے چھ گھنٹے قبل تک رسالہ برہان کا کام انجام دیتے رہے۔

(منیجر ندوۃ المصنفین دہلی)